خواتین سے متعلق حقوق اور قوانین کو نصاب کا حصہ بنایا جائے

خواتین اپنا محاسبہ خود کریں اور ایک دوسرے کی دوست بن کر رہیں

ہم جرم کرنے والوں کو سامنے لانے کی بجائے مظلوم عورت ہی کو سب کے سامنے کیوں پیش کرتے ہیں؟

صوبائی سطح پر قائم دارالامان، دارالعذاب سے کم نہیں

عورت فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب میں مقررین کا خطاب

عالیہ عظیمی

بہت شور سنتے ہیں کہ ہماری خواتین آج کل مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کرتے ہوئے معاشرے کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔ کوئی بھی شعبہ ہو، وکالت ہو یا معلمی، انجینئرنگ یا طب کا شعبہ، ہوابازی کا ہو یا عسکری ذمے داریاں، غرض ہر شعبے میں خواتین کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ تعلیمی اداروں میں خصوصاً جامعات میں تو روز بہ روز ان کی رجسٹریشن طلبا کے مقابلے میں بڑھتی ہی جا رہی ہے، مگر جب ہم یہ بات کرتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ ہماری خواتین ہوں یا کسی اور خطے کی، وہ تو روز ازل ہی سے مردوں کے شانہ بہ شانہ کام کر رہی ہیں، مگر شاید ہم نے انہیں اہمیت نہیں دی۔ ذرا اپنے دیہات کی خواتین کے روز و شب پر نظر ڈالیں یا کسی غریب کی کٹیا میں جھانکیں یا پھر کسی پس ماندہ بستی کی گلی سے گزریں، آپ کو ہماری خواتین ایسی مشقت کرتی نظر آئیں گی کہ بعض اوقات وہ مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیتی ہیں۔ دیہات کی عورت صبح سویرے اٹھ کر پہلے تو مردوں کے لیے ناشتہ بناتی ہے، جھاڑو دیتی ہے، جانوروں کو چارہ کھلاتی ہے، کھانا لے کر کھیتوں میں کام کرنے والے اپنے شوہر، باپ یا بھائی کو کھلانے جاتی ہے۔ واپس آ کر کپڑے، برتن دھوتی ہے، کنویں یا ٹیوب ویل سے پانی بھر کر لاتی ہے، جانوروں کے لیے چارہ کاٹتی ہے۔ چکی پیستی ہے، غرض اسی گورکھ دھندے میں رات ہو جاتی ہے اور اسے کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا ہے کہ "ارے بھاگوان! تو تھکی تو نہیں۔" بیش تر خواتین کھیتوں میں کام کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتی ہیں۔ کبھی انہیں کمر سے کپڑا باندھ کر پیٹھ سے چمٹاتی ہیں تو کبھی کسی درخت کی شاخ پر جھولی بنا کر سلا دیتی ہیں۔ خواتین کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں بڑے بڑے سیمینار منعقد کراتی ہیں، مگر بدقسمتی سے ہم دیہی خواتین کو بھول جاتے ہیں۔ ان کے مسائل اور ان کی صلاحیتوں کا تذکرہ تک نہیں کیا جاتا۔ اس کے باوجود "عورت فاؤنڈیشن" برس ہا برس سے خواتین کے حقوق کے لیے جدوجہد میں مصروف ہے اور ان قوانین پر عمل درآمد کرانے کے لیے بھرپور کوشش کر رہی ہے، جو عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے بنے ہیں۔

گزشتہ دنوں اپنی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ پیش کرنے کے حوالے سے اس تنظیم نے ایک تقریب کا انعقاد کیا، جس میں مقررین نے خواتین کے مسائل کے حوالے سے کھل کر گفتگو کی۔

گزشتہ دنوں "عورت فاؤنڈیشن" کے زیر اہتمام پاکستان میں عورتوں کے خلاف تشدد کی صورت حال پر ایک تقریب کا انعقاد ہوا، جس میں ان کی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ بھی پیش کی گئی، تقریب میں مختلف طبقہ ہائے زندگی سے وابستہ خواتین نے شرکت کی۔ اس موقع پر صوبائی وزیر توقیر فاطمہ بھٹو نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحفظِ حقوق نسواں بل کا پاس ہونا حکومت کا قابل ستائش کارنامہ ہے، جب کہ خواتین کی اسمگلنگ، گھریلو تشدد اور ہوم بیسڈ ورکرز کے حوالے سے تین بل عمل درآمد کے مراحل میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کو کم تر دیکھنے والے کبھی نہیں چاہیں گے کہ خواتین اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر کے خود کو منوا سکیں، جس کے لیے بار بار کی جانے والی مثبت کوشش "مائنڈ سیٹ" تبدیل کر سکتی ہے، جب کہ محکمہ تعلیم سے انہوں نے اس بات کی درخواست کی ہے کہ خواتین سے متعلق قوانین کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ خواتین کو ہراساں کرنے کا بل پاس ہو چکا ہے، لیکن محض ڈر و خوف کی وجہ سے اس سے متعلق کمیٹیاں تشکیل نہیں دی جا رہی ہیں۔ یہ بات باعث تشویش ہے۔

پیپلز پارٹی سندھ شعبہ خواتین کی سیکریٹری اطلاعات شرمیلا فاروقی نے کہا کہ معاشرے میں جہاں مردوں کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے، وہاں خواتین کا بھی محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات مشاہدے میں ہے کہ مرد، مردوں کا ساتھ دینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا، مگر عموماً عورت ہی عورت کا ساتھ نہیں دیتی، اگر خواتین کو معاشرے میں ان کا حق دلانا ہے، تو خواتین کو خواتین کا دوست بننا ہوگا۔ حکومت خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے متعدد کام کر رہی ہے، لیکن ان پر عمل درآمد کرانا صرف حکومت کی نہیں، بلکہ ہم سب کی ذمے داری ہے۔ خواتین پر تشدد کے حوالے سے جو اعداد و شمار ہمارے سامنے ہیں، اس سے بھی کہیں زیادہ "خاموش تشدد" کے واقعات رونما ہو جاتے ہیں، جو رپورٹ نہیں کیے جاتے۔

قومی اسمبلی کی ممبر خوش بخت شجاعت نے کہا کہ ٹی وی پر ایسے پروگرام نشر کیے جائیں جو خواتین کے قوانین سے آگاہی دیں۔ خواتین کو نکاح نامہ کی شقیں بتائی جائیں۔ پارلیمنٹ میں شامل خواتین نے خود کو منوایا ہے۔

ممتاز شخصیت اور ماہر تعلیم مہتاب راشدی نے کہا کہ ایک عورت اپنے دو بچوں کو مختلف سوچ سے پالتی ہے۔ بیٹے کے لیے الگ اور بیٹی کے لیے الگ۔ ایسی خواتین بیٹی کو ظلم سہنے اور بیٹے کو ظلم کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ جب اس طرح کے مائنڈ سیٹ میں کوئی نسل پروان چڑھے گی، تو وہ تبدیلی کیسے لائے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عورت کا احترام اور اس کی عزت گھر سے ہی شروع کی جائے، جیسے ساس کا بہو کو عزت دینا، باپ، بیٹے، شوہر کا گھر کی خواتین سے احترام سے پیش آنا۔ ہم خواتین کے مساوی حقوق کی بات کرتے ہیں، مگر بدقسمتی سے ہم جرم کرنے والوں کے چہرے چھپاتے ہیں اور مظلوم خواتین کو سب کے سامنے لاتے ہیں۔ اصولاً جس کا پردہ فاش کرنا چاہیے، اس کا نہیں کرتے۔ خواتین کے لیے صوبائی سطح پر جو شیلٹرز ہوم قائم ہیں، وہ دارالامان نہیں، بلکہ دارالعذاب ہیں۔ یہاں عورت کو ہی عورت کے دکھ کا احساس نہیں ہے، جس دن عورت نے دوسری کو اپنا سمجھ لیا، تبدیلی کا آغاز ہو جائے گا۔ مہ ناز رحمن نے کہا کہ 21 ویں صدی میں خواتین کو سنگسار کرنا، انہیں بدترین تشدد کا نشانہ بنانا انسانی حقوق کی تذلیل ہے۔ ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے ہمیں کچھ کرنا ہوگا، بہ صورت دیگر شدت سے ظلم بڑھتا جائے گا۔ میرے خیال میں ایک عورت کا حق مانگنا ہی تشدد کا سبب بنتا ہے، لہٰذا عورت کو سب سے پہلے انسان کی حیثیت سے منوانے کی کوشش کی جائے۔ اس موقع پر دیگر خواتین نے بھی خطاب کیا۔ تقریب کے آغاز میں شیرین اعجاز نے سالانہ رپورٹ پیش کی۔